مصنف: البیرونی/اردو ترجمہ و حواشی: پروفیسر ڈاکٹر عطش دُرّانی
نیشنل بک فاؤنڈیشن، اسلام آباد

موتی

The Book on Precious Stones, by Muhammad-bin-Ahmed Alberuni (362H/973A.D- 440H/1048 A.D) is a most valuable book on gemmology and physical chemistry. Its literary style is also noteworthy. The Arabic Text was edited by Fritz Kren Kow and published in 1355 H/1936 A.D. form Hyderabad/ Deccan. The Arabic Text was translated in English by Hakeem M. Saeed (Said) and published by Hijra Council Islamabad in 1410H/1989. It is now being translated in Urdu with annotation and modern comparative studied. The Urdu Translation of the 6th chapter of its 2nd fascicle on pearls is presented here because of its literary, technical and historic worth. The translator is well reputed in the field of Translatology, Terminology, Editing and Research. The 1st fascicle has already been published in this journal.

کتاب الجماہر فی معرفتہ الجواہر، محمد بن احمد البیرونی (۳۶۲ھ/۹۷۳ئ...۴۴۰ھ/۱۰۴۸ء کی وہ معرکتہ الآراتصنیف ہے جو علم جواہر اور طبعی کیمیا میں آج بھی ایک بے مثل حیثیت رکھتی ہے۔اس کا عربی متن حیدر آباد دکن سے ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔اس کا انگریزی ترجمہ حکیم محمد سعید نے کیا تھا جو ہجرہ کونسل اسلام آباد سے ۱۴۱۰ھ/۱۹۸۹ء میں شائع ہوا۔اس کی فصل اوّل اور فصل دوم کے باب اول کا اُردو ترجمہ اس کی ادبی اور علمی شان اور اہمیت کے حوالے سے شائع ہو چکے ہیں۔اب فصل دوم حصہ اول کا باب چھ اس کے ادبی، تکنیکی اور تاریخی حوالے سے پیش کیا جا رہا ہے۔اس میں موتی کے حوالے سے معلومات اور حواشی جمع ہیں۔

موتی

(Pearl)

(کتاب الجواہر، فصل دوم ، باب دوم، حصہ اول)

اللہ کا فرمان ہے:

"(خوبصورتی) میں یاقوت اور مرجان کی مانند"۔(الرحمان ۵۵: ۵۸)

اللہ نے یاقوت کے ذکر کو اولیت دی ہے، اس لیے ہم نے بھی اس کے بیان کو ترجیح دی ہے۔ پھر یاقوت نما پتھروں کی طرف آئے ہیں۔اس کے بعد اس کے قریب قریب زیادہ سخت اور باقی اقسام سے بہتر پتھروں کا ذکر کیا ہے۔اب ہم اس پتھر کے بیان کی طرف آتے ہیں جو یاقوت کے بعد قرآن میں بیان ہوا ہے یعنی "مرجان"۔

ہر شے اپنی اقسام کے متعدد ناموں سے بیان ہوتی ہے۔ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ دو زبانوں میں ایک ہی شے کا ایک نام ہو۔دنیا میں کئی قومیں ہیں اور ہر قوم کی اپنی زبان ہے۔جہاں تک زبانوں کا تعلق ہے، ایک شے کے کئی نام ہو سکتے ہیں اور قبائل کی اپنی خاصیتیں ہوتی ہیں۔خواہ قبائل کی زبان ایک ہی ہو لیکن وہ ایک ہی چیز کو مختلف انداز سے دیکھتے ہیں۔ہندوستان کے لوگ ایک ہی چیز کو کئی نام دیتے ہیں۔ بعض نام اس چیز کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں اور دوسرے اس کے بعض خاصیتوں کے حوالے سے ہوتے ہیں۔ ہمارا تعلق عرب اور عربی شعر سے ہے۔ہم یہاں اس بات سے غیر متعلق ہیں کہ ہندی میں یہ کیا ہے۔

ماہرینِ لغات کئی بار افراد اور قبائل سے سن کر اسی سنی سنائی کو دہرا دیتے یا تشریح کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کا انھیں شاید ہی کوئی فائدہ پہنچتا ہوسوائے اس کے کہ وہ بتا سکیں کہ ان کے پاس دوسروں سے زیادہ ذخیرۂ الفاظ ہے۔اس سلسلے میں وہ دیانت سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں اور اپنا نقطۂ نظر ثابت کرنے کے لیے وہ مرحومین کے نام سے بعض اشعار گھڑ لیتے ہیں اور اول تا آخر وہ اسی روش کا شکار ہوتے ہیں کہ:

"اپنے دل کی تسکین کرو جب چاہو۔کسی زندہ شاعر کا حوالہ کبھی مت دو کہ وہ تمھیں جھٹلا سکتا ہے۔مرحومین کا حوالہ دو کہ وہ قیامت تک پوشیدہ رہیں گے"۔

لُوَ لُوَ ایک جنس ہے اور بڑے موتیوں اور چھوٹے مرجان کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ابوعبید کہتا ہے لفظ ''دُرّ'' بڑے موتی کے لیے ہے اور ''مرجان'' چھوٹے کے لیے۔جیسا کہ اللہ نے خود فرمایا:

''ان دونوں سے لُوَ لُوَ اور مرجان نکلتے ہیں'' (۵۵:۲۲)

یہ دو بڑی اور چھوٹی اقسام ہیں اورلُوَ لُوَ بڑی قسم ہے۔ابوالحسن لحیانی لکھتا ہے کہ ''دُرّ'' اور ''لُوَ لُوَ'' بڑے موتی ہیں۔ابوالحسن نے اس نقطۂ نظر کی مخالفت نہیں کی کہ ''مرجان'' چھوٹے موتیوں کا نام ہے لیکن اس کی مخالفت لُوَ لُوَ پر مرجان کی اہمیت کے حوالے سے ہے۔۱؎غالباً اس نے اپنی رائے نابغہ کے اس شعر سے قائم کی ہے

بالدر والیاقوت زُیّن نحرھا
و مفصل من لُوَ لُوَ وزبرجد

(اس کی گردن موتیوں (دُرّ) اور یاقوت سے سج گئی اورلُوَ لُوَ زبرجد کے درمیان پروئے گئے)

زبرجدلُوَ لُوَاور یاقوت کے ساتھ پروئے گئے ہیں۔اس کے برعکس ابن الجہم کہتا ہے

انکرت مارأت برأسی فقالت
أمشیب ام لُوَ لُوَ منظوم

(جب اس نے میرے سر کے گرد سفیدی دیکھی، اس نے پوچھا، کیا یہ بڑھاپا ہے یا موتیوں کی لڑی؟'')

یہاں شاعر نے مرجان کی بجائے لُوَلُوَ کہاہے۔چھوٹے موتی جو لڑی میں توریے کے بیجوں کے برابر نظر آتے ہیں، سفید بالوں کامنظر پیش کرتے ہیں۔یہی وہ احساس ہے جسے شاعر نے بیان کیا ہے، بڑھاپے کو بیان نہیں کیا۔اس نے دھاگے کا ذکر بھی نہیں کیا، کیونکہ بڑھاپا بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح نظر آتا ہے

کما أسلم السلک من نظمہ
لآلئ منحدرات صغارا

(جیسے رسی ٹوٹ گئی اور چھوٹے چھوٹے موتی بکھر گئے)

ابن بابک کہتا ہے

کأن ھلال لیلۃ عشاء ؎
بقیۃ لُؤ لُؤ الخیط القطیع
(اس وقت ہلال لُؤلُؤ کے ٹوٹے ہار کی طرح نظر آ رہا تھا)

یہاں شاعر کا مقصود چھوٹے موتی ہیں۔ جب رسی آنکھوں سے دور ہو، تو موتی یکساں متواتر نظر آتے ہیں حتیٰ کہ ان کے درمیان خلا بھی نظر نہیں آتا۔ یہاں ٹوٹے ہار کا مطلب نامکمل دائرے کی صورت ہے۔

احمد بن علی کتاب الشرح العلل میں لکھتا ہے:

''دن نہار کہلاتا ہے اور دن بھر میں دھوپ مشرق سے مغرب کی طرف نہر کے بہاؤ کی طرح سفر کرتی ہے اور یہ مشرق سے مغرب کی طرف پھیلتی ہے''۔

میں نہیں سمجھ سکتا کہ ایسا کیوں ہے۔ اگر ہم یہ تشریح مان لیں تو دن اور رات کے درمیان کیا فرق ہو گا۔ رات کے بارے میں بھی تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ یہ نہر کی طرح مغرب سے مشرق کی طرف سفر کرتی ہے اور مغرب سے مشرق کی طرف پھیلتی ہے۔ احمد ''لیل'' کے بارے میں کہتا ہے:

> ''رات لیل کہلاتی ہے۔ جیسے کوئی شخص جب کسی شے کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے ''ھُوھُو'' (یہ وہ ہے)۔ جب شک میں ہوتا ہے کہ اس نے کیا کہا ہے تو کہتا ہے ''لا لا'' (نہیں نہیں)۔ جیسے وہ اشیا کے بارے میں لا لا کہتا ہے اسی طرح لیل کہتا ہے''۔

وہ لُؤلُؤ کے بارے میں مزید لکھتا ہے کہ اس کا نام اس لیے پڑا جیسے جوہری کہتے ہیں کہ جب بھی اسے دیکھا جائے تو ہر بار اس کا نیا نظارہ ہوتا ہے۔ اس نے جوہریوں کا بیان درج کیا ہے کہ موتی اپنی دائروی ہیئت میں اچھے لگتے ہیں۔ انسانی نظر سارے موتی کو دیکھتی ہے اور اس کے زیادہ سے زیادہ حصے کا احاطہ کرتی ہے۔ درحقیقت اس کی شفافیت کی بدولت نظر اکثر اس کے ایک حصے سے دوسرے کی طرف سفر کرتی ہے اور یوں اس کے دونوں پہلو دیکھ لیتی ہے۔ یہ صورت مدّور ٹھوس اشیاء کے ساتھ نہیں ہوتی کیونکہ نظر صرف ان کے ایک حصّے کا نظارہ کر سکتی ہے اور اگر انھیں الٹا دیا جائے تو نیا حصہ نظر آتا ہے جو پہلے سامنے نہیں ہوتا۔[۲] واللہ الوافق۔

زبان دانوں کے نزدیک موتیوں کے نام اور خواص

عربی میں موتیوں کے لیے کئی نام ہیں جیسے شیر کے لیے۔ میں ان سب کا ذکر نہیں کروں گا کیونکہ اس کی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ میں ایسا کر نہیں سکتا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس سے موضوع خواہ مخواہ طویل ہو گا۔

اس کے معروف مترادفات لُؤلُؤ، دَرۃ، مرجانہ، نطفہ، تومہ، توامیہ، طیمیہ، صدفیہ، سفانہ، جمانہ، وینہ، ہیجمانہ، خریدہ، خوصہ، قعتعہ اور خصل۔ خلیل بن احمد کے نزدیک اسے نطفہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ آب و تاب اور شفافیت میں یہ پانی کے قطرے (نطفہ) کی مانند ہی نظر آتا ہے۔(۳)

ژالہ اور دودھ کا قطرہ پانی کی نسبت اپنے ظاہر میں موتی زیادہ نظر آتے ہیں۔ انسانی منی (نطفے) سے اس کا موازنہ کرنا زیادہ موزوں ہو گا۔ لیکن یہ مشابہت اس کی سفیدی کے ساتھ ہو سکتی ہے، لیکن شفافیت کے ساتھ نہیں۔ منی کے ساتھ اس کا پانی کے ساتھ موازنہ اسے ''نطفہ'' یا ''مائع مہین'' قرار دیتا ہے۔ جہاں تک اس کے تناظر کا تعلق ہے مرد اور عورت دونوں اس میں شامل ہیں، لیکن عام طور پر نطفہ کا لفظ صرف منی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ توامیہ کے بارے میں شاعر کہتا ہے(۴):

کالتوامیہ ان باشرتہا
قرّت العین و طاب المضطجع

(وہ کسی سُچے موتی کی مانند وصل کے وقت آنکھوں کو ٹھنڈک اور بستر کو گرمی دے گی)

توامیہ کا لفظ ساحلی علاقے سے وابستہ ہے۔ اگر'' باشر تہا'' کا ضمیر تانیث کا ضمیر ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ موتیوں کا نظارہ آنکھوں کو ٹھنڈک اور ملائمت بستر پر بچھنے کے باوجود بے چین نہیں کرتے اور اگر ضمیر ایسی عورت کے ذکر کے لیے ہے جس کے ساتھ موتی کو تشبیہ دی جائے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا نظارہ آنکھ کو ٹھنڈک اور اس کے ساتھ وصل بستر کو گرم کرتا ہے۔ حرمازی ۵؎ موتی کے لیے توام کے لفظ کا اشتقاق بیان کرتا ہے کہ یہ عمان کے ایک دیہات کا نام ہے جو ساحل کے قریب اور مغازہ کی سڑک پر موجود ایک پہاڑ کے پاس ہے۔ دونوں کے درمیان بیس فرسنگ کا فاصلہ ہے۔

لطیمیہ کے لفظ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ لطیمہ سے نکلا ہے جس کا حوالہ ابو ذویب وغیرہ

کے اشعار سے دیا جا سکتا ہے۔ جس طرح لفظ "صدفیہ" صدف سے متعلق ہے۔لطیمیہ کی نسبت اس طرح موزوں نہیں ہے۔نابغہ (شاعر) نے صدفیہ کا لفظ استعمال کیا ہے

کضیئتہ صدفیتہ غو اصھا

بہج و من یرھاٗ یہل و یسجد

(اس کی چمک دمک صدفیہ کی طرح ہے جو غوطہ خوروں کو لبھاتی ہے۔اسے دیکھنے والے خوشی کے مارے سجدے کرتے ہیں)

اس کا مطلب ہے کہ لوگ موتی کو اس وقت دیکھ کر خوشی (فرحت) محسوس کرتے ہیں جو صدف کے اندر ہوتا ہے۔قرآن کریم میں بھی لُؤ لُؤ اور مکنون کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔صدف کسی ماں کی مانند اپنے بچے کے لیے شفیق ہوتی ہے اور اس کی خاص حفاظت کرتی ہے لیکن یہاں نابغہ نے صدفیہ کا لفظ استعمال کیا ہے، اس لیے نہیں کہ صدف کے خواص ایسے ہوتے ہیں بلکہ صدف کی نسبت سے لیا ہے۔جس کے متعلقہ اوصاف اس میں ظاہر ہوتے ہیں۔

ابو علی اصفہانی نے اس پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہاں اس لفظ کا استعمال ضعیف اور غیر مفید ہے کیونکہ تمام موتی صدف ہی سے نکلتے ہیں اس لیے صدفیہ کا لفظ کسی خاص کیفیت اور اہمیت کو بیان نہیں کرتا۔

اس کی تشریح بھی ہو سکتی ہے اگر ہم ہندی قصوں کو پیش نظر رکھیں۔ہندوستان کے لوگوں کا خیال ہے کہ ہاتھیوں کی اعلیٰ نسلوں کے مستک کے درمیان موتیوں کی لڑی ہوتی ہے۔ان کے مطابق یہ ہاتھی بھورے رنگ کے ہوتے ہیں اور ان سے ہندی چنبیلی کی خوشبو آتی ہے۔اسی طرح ان کا دعویٰ ہے کہ بانسوں کی خاص قسم کی جڑوں میں بھی موتی ہوتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ یہ بانس سرخی مائل ہوتے ہیں اور ان کے اندر ریشوں کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔یہ ریشے ڈھیلے، نرم اور مرطوب ہوتے ہیں۔جب چاند سولھویں منزل پر ہو، میزان کے تین ستاروں کے قریب ہو اور برسات لگی ہو تو یہ بانس پوری طرح پختہ ہو جاتے ہیں اور قطروں سے ان کے اندر موتی پیدا ہونے لگتے ہیں۔ان سے طباشیر بنتی ہے۔[۲]

ہو سکتا ہے کہ ساحلی لوگوں نے طباشیر پیداکرنے والے بانسوں میں موتی دیکھے ہوں اور ان

پودوں کے اندر موتی ہونے کا علم یوں شہرت حاصل کر گیا ہو۔اگر موتی ہاتھیوں اور بانسوں میں بھی پیدا ہوتے ہوں، سمندری موتیوں کو صدفی ہی کہاجائے گا۔ چنانچہ ابوعلی کا قول غلط ہو سکتا ہے۔ عبدالرحمان بن حصان کہتا ہے۔

ھی زھراء مثل لؤلؤ الغواص
میزت من جوھر مکنون

(یہ غوطہ خور کے موتیوں کی مانند تاب دار ہے۔یہ پوشیدہ جوہر سے برآمد ہوئی ہے۔)

اگر شاعر کا خیال یہ ہے کہ موتی سیپ سے نکالا گیا ہے تو ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی بھی شخص صدت کو جوہر نہیں کہتا۔اگرچہ یہ موتیوں کو ملفوف و محفوظ کرتی ہے۔سلیمان بن یزید العدوی کہتا ہے

کانہا درۃ مکنونۃ لھق
یکف عنہا الاذی فی اللجۃ الصدف

(اگرچہ یہ بہت سفید ملفوف موتی ہے۔جسے سیپ موجوں کے زور سے چھپا کر رکھتی ہے)

اگر عبدالرحمان یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ موتی کس اعلیٰ و اشرف مادے سے وجود میں آتے ہیں تو وہ صحیح کہہ رہا ہے۔لفظ "توامیہ" کو ہم فریدہ (منفرد) اور یتیمہ کے الفاظ سے ممیز اسم جمع کے طور پر لے سکتے ہیں۔موتی ایک دھاگے میں پروئے جاتے ہیں اور کلائی کے گرد دو حلقوں میں پہنے جاتے ہیں۔انھیں "اکراسا" کہا جاتا ہے یعنی طریقے۔کہا جاتا ہے کہ "کراسہ" کا لفظ اسی سے نکلا ہے۔جب موتی بیچ میں ایک موتی رکھ کر اس کے ارد گرد پروئے جاتے ہیں تو وہ غیر متقابل اور منفرد ہوتے ہیں۔اگرچہ وہاں دوسرے موتی بھی پروئے ہوتے ہیں تو وہ ایک دوسرے پر منطبق کیے گئے ہوتے ہیں۔ اس لیے انھیں "تکارس" کہا جاتاہے۔ذوالرومہ کہتاہے:

وحف کان الندی والشمس ماتعۃ
اذا توقّد فی اَفنانہ التُوم

(سورج کے ابھرتے ہی شبنم کے قطرے پروئے ہوئے موتیوں کی طرح ہوتے ہیں)

شاعر نے شبنم کے قطروں کو موتیوں سے تشبیہ دی ہے جو طلوع کے وقت اسی طرح نظر

آتے ہیں۔تو م اپنی ذات میں منفرد واحد موتی کو کہتے ہیں کسی جڑواں کو نہیں۔اسود بن یعفر کہتا ہے۔

یسعی بہاذ و تو متین مشمر
قنات أناملہ من الفرصاد

(موتیوں سے آراستہ ساقی جام لنڈھا رہے ہیں۔ایک سے دوسرے ہاتھ جام پہنچانے سے شراب (شہتوت) کا رنگ اس کے دست (حنائی) کو سرخ کر دیتا ہے۔)

اس کا مطب ہے کہ ساقی کے ہاتھ شراب سے مہندی کی طرح سرخ ہو جاتے ہیں۔اس کے احتیاط اور نرمی سے شہتوت نچوڑ نے کے باعث صرف انگلیاں ہی رنگین ہوتی ہیں۔شاعر نے حنا سے رنگین ہونے کا ذکر نہیں کیا۔بلکہ صرف شہتوت سے رنگے جانے کا ذکر کیا ہے تاکہ جوانی اور ساقی سے تمتع کو ظاہر کیا جا سکے۔

بعض کے نزدیک یتیمہ چاندی سے بنا ہوتا ہے جس طرح عورتوں کے ٹونے موتیوں سے۔یہی بات جمانہ کے بارے میں کہی جا سکتی ہے جسے بعض موتیوں کا اور بعض چاندی کا سمجھتے ہیں۔یہ الفاظ شاعری میں تکرار سے ملتے ہیں: جیسے امراء القیس کہتا ہے۔

اذا ما استحمت کان قطر حمیمھا
علی متنتیہا کالجمان لدی الجمالی

(جب وہ غسل کرتی ہے تو پانی کے قطرے اس کے بدن پر جمانہ کی طرح دکھائی دیتے ہیں)

نیز اس نے مزید کہا ہے

فأسبل دمعی کفیض الُجمان
والدرر قراقہ المنحدر

(آنسو میری آنکھوں سے جمان اور موتیوں کی طرح بہنے لگے)

کسی اور نے کہا ہے (۷)

أ فمن دعاء حمامۃ فی أیکۃ
بدرت رموعک فوق ظھر المحل

(کیا تمھارے آنسو اونٹ کی بچالی پر گرنے شروع ہو جاتے ہیں جب تم درختوں میں فاختہ

کا رونا سنتے ہو)

حاتم طائی کہتا ہے

وعلقن فی اعنا قھن لناظر

جمانا و یاقوتا و درا مؤلفا

(انھوں نے دیکھنے والوں کے لیے اپنی گردنوں میں جمانہ ، یاقوت اور موتیوں کی لڑیاں حائل کر رکھی ہیں)

ابوالطیب کہتا ہے

غدونا تنفض الاغصان منہا

علی اعرافھا مثل الجمان

(جب ہم نے صبح سفر کا آغاز کیا تو درختوں نے ہمارے گھوڑوں کی ریالوں پر جمان کی مانند موتی گرائے)

ابو بکر الخوارزمی کہتا ہے

شربناھا و ذیل اللیل مغفی

ارکب و خط جفنیہ المنام

کمثل جمانۃ بیضاء شقت

فلاء م بین نصفیہا النظام

(ہم نے (شراب) انڈیلی جب رات کا پھریرا نصف مستول پر لہرا رہا تھا اور اس کی پلکیں نیند سے بوجھل ہو رہی تھیں جیسے کسی نے ایک سفید جمانہ کو کاٹ کر جوڑی بنا دیا ہو اور دونوں کو کسی دھاگے میں پرو دیا ہو)

کسی اور نے کہا ہے

و ترکنا بالعو ینۃ من حسین

نساء الحی یلقطن الجمانا

(ہم نے گھر کی عورتوں کو عونیہ کے حسین پہاڑوں میں جمانا کے دانے چننے کے

لیے چھوڑ دیا)

شاید شاعر یہ کہنا چاہتا ہے کہ واپسی پر عورتیں خوف کے مارے بلند پہاڑوں کی طرف دوڑیں اور ان کے ہاروں کی لڑیاں ٹوٹ گئیں۔جب خوف دور ہوا تو انھوں نے موتی تلاش کرنا شروع کیے۔

عدی بن زید کہتا ہے

أَلبس الجید و شاحا محکما

و جمانا زانہ نظم عذاری

(اس نے بڑا مضبوط محکم ہار اپنی گردن میں ڈالا ہوا تھا اور جمانا کنواریوں کی سبک دستی کی خوبی ظاہر کر رہا تھا)

شاعر نے یہاں دو شیزائوں کا اس طرح ذکر کیا ہے جنھیں فرصت کے لمحے میسر ہیں اور جو اپنے آرایشِ جمال کے بارے میں حساس ہیں اور شوہروں کی آرزو مندہیں۔یہ عین فطرت ہے اس لیے ان کے ہاتھ ان کی جوانی کے باعث کھردرے نہیں نرم ہیں۔نابغہ کہتا ہے

أَ خذ العذاری عقدھا فنظمنہ

من لؤلؤ متتابع متسرد

(کنواریوں نے اپنی گردنیں موتیوں کی لڑیوں سے آراستہ کر رکھی ہیں)

یہ اشعار اصل موتیوں اور چاندی سے بنے موتیوں کے ہر دور کو ظاہر کرتے ہیں۔

ذوالرومۃ کہتاہے

والودق یستن من اعلی طرائقۃ

جول الجمان جری فی سلکہ الثقب

(بادلوں سے بارش اس طرح برس رہی ہے جیسے موتی دھاگے میں پروئے گرتے ہیں۔دھاگا اور ثقب (سوراخ) اضافی ہیں۔دونوں ایک دوسرے میں مدغم ہوتے ہیں)

جیسے ہم کہتے ہیں"میں نے انگوٹھی انگلی میں ڈال لی"۔حالانکہ ہم انگلی کو انگوٹھی میں ڈالتے ہیں۔

ابن حزمہ کہتا ہے

علیہن یاقوت و شذر و فضۃ
و درکلون الشمس لم یتسلم

(انھوں نے یاقوت ، جواہر اور پارے جیسے چاندی اور سورج کی طرح چمکتے موتیوں کی لڑیاں پہنی ہوئی ہیں)

قیس بن الملوح کہتا ہے

کأن جمان صواغ علیہا
اذا مالیلۃ مجت نداھا

(اس نے اپنے بدن پر جوہریوں کے بنائے ہوئے جمان یوں پہنے ہوئے ہیں جیسے رات نے شبنم کے جواہر اچھالے ہوں)

اس شعر میں قیس نے جمانا کے ساتھ صواغ کا لفظ استعمال کیا ہے۔اس سے یہ احتمال محکم ہوتا ہے کہ جمان صناعی سے بنائے گئے موتیوں کو کہتے ہیں۔جوہری موتیوں کو جلا /پالش اور آراستہ کرتے ہیں، وہ انھیں بناتے نہیں۔

الاعشیٰ کہتا ہے

من یرھو ذۃ یسجد غیر متلِب
اذاتعصب فوق التاج اَو وضعا
لہ اکالیل بالیاقوت فصلھا
صوّاغھا لا تری عیبا ولا طبعا

(جوکوئی ہوذۃ کی طرف دیکھتا ہے تو اسے تاج پہنے ہوئے دیکھ کر سجدے میں چلا جاتا ہے۔ جوہری نے تاج کو یاقوت سے سجایا ہے اور تم اسے بے عیب اور بے داغ پائو گے)

خسرو (کسریٰ) پرویز نے ہوذہ بن علی کو ایک تاج ہدیہ کیا۔حنیفہ کے بقول کوئی عرب یا غیر عرب جو اسے دیکھتا تھا تو ادب سے اس کے آگے جھک جاتا تھا کیونکہ اس پر خسرو کی تصویر کندہ تھی۔ یہ رسم تھی کہ جب درہم پر خسرو کی تصویر دیکھی جائے تو کورنش بجا لائیں۔اسود بن یعفر کہاہے

من خمر ذی نطف اَ غنّ منطّق

وافی بہا بدراھم الاَ سجاد

(اس غنائی اور کج کلاہ ساقی کی شراب سجدوں پر اکسانے والے درہم سے ملی تھی)

جب کسی شعر میں موتیوں کا ذکر ہوتاہے ، تو اس کے دو متضاد مفاہیم سامنے آتے ہیں۔لبید کے اس شعر سے پتا چلتا ہے کہ جمان موتیوں ہی کو کہتے ہیں اور چاندی سے بنے موتیوں کو نہیں کہتے۔

و تضی ء فی وجہ الظلام منیرۃ

کجمانۃ البحری سل نظامھا

(وہ تاریکی میں اس طرح چمکتا ہے جیسے بحری جمانہ اپنے دھاگے پر)

اعشی کا ماموں مسیب کہتا ہے

کجمانۃ البحری جاء بہا

غوّ اصھا من لجۃ البحر

(بحری جمانہ کی مانند جو غوطہ خور سمندر کے اندر سے نکال لاتے ہیں)

سمندر سے متعلق یہ اضافت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ لوئو سمندر سے آتے ہیں اور کوئی مصنوعی نہیں ہوتے۔جمیل بن معمر العذری کہتا ہے

من البیض معطار یزین لبانہا

جمان و یاقوت و در موئلف

(اس کی سفید اور معطر چھاتیاں جمان، یاقوت اور بنائے ہوئے موتیوں سے مزین ہیں)

اس شعر میں آرایش کی وجہ یاقوت اور جمان اور وہ چھوٹے موتی ہیں جو قیصروں کی طرح چاندی سے بنائے جاتے ہیں اور سفید ریشم میں پروئے جاتے ہیں۔

ابن اَ حمر کہتا ہے

کأن دوی الحلی تحت ثیابہا
دوی السفی لاقی الریاح الزعازعا
جمان و یاقوت کأن فصوصہ
وقود الغضاز ان الجیوب الروادعا

(اس کے لباس کے نیچے آرایش کا نتیجہ طوفان میں پتوں کی سرسراہٹ کی مانند ہے۔جمان اور یاقوت آتشِ چنار کی معطر جھالر کا نظارہ پیش کرتے ہیں)

ہدبہ کا یہ شعر جمان کے مصنوعی ہونے پر شاہد ہے

علیہن من صوغ المدینۃ حلیۃ
جمان کأجواز الدباو رفارف

(وہ مدینہ میں بنائے ہوئے زیورات پہنتے ہیں۔جمان ریشمی کپڑے پر دبا کے کاجو کی مانند نظر آتے ہیں)

بعض کے نزدیک جمان فارسی لفظ گمان (یقین) کا معرّب ہے۔کیونکہ یہ زیور انسانی ذہن میں موتیوں کا گمان پیدا کرتے ہیں۔اس شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمان چاندی کے بنائے ہوئے موتیوں کو کہتے ہیں۔لیکن لؤلؤ کے بارے میں ایسا کوئی شک پیدا نہیں ہوتا۔یہ ایسے زیورات ہی ہیں جو ہمیں شبہ میں ڈالتے ہیں۔

پچھلے شاعر نے بہتر لفظ ''دُر'' استعمال کیا ہے

اَمسی فؤاری عند خمصانۃ
ذات و شاح قلق جائل
کانھا من حسنھا درۃ
اَخرجھا الیمُّ الی الساحل

(میرا دل ایک چھریرے بدن کی مٹیار لے گئی ہے جس نے ایک لچکدار گلوبند پہنا ہوا تھا۔وہ ایک ایسے موتی کی طرح حسین ہے جو سمندر سے ساحل کی طرف اچھال دیا گیا ہو)

اس شعر کے ایک کمزور معنی بھی ہیں۔سمندر جو شے ساحل کی طرف پھینکتا ہے وہ مردہ سیپ ہو سکتی ہے۔اس کے موتی عیب سے پاک نہیں ہو سکتے۔ سیپ جب تک زندہ رہتی ہے۔وہ اپنے خول کے اندر ہوتی ہے اور لہریں اسے بہا کر نہیں لے جا سکتیں۔مسرور نے کچھ ایسا ہی کہا ہے

او درة ضحکت زهراء عن صدف
مجت بها قذفات البحر ذی الزبد

(یا وہ اس تابدار موتی کی طرح ہے جو اس سیپ سے برآمد ہوا ہے، جسے جھاگ دار سمندر نے ساحلوں پر لا ٹپکا ہے)

منصور القاضی کہتاہے

فتی اذا فاض ندی کفه
غص من الغیث اذا ماهتن
کالبحران هاج طمی بالردی
ویقذف الدر اذا ماسکن

(اس کی جدائی چڑھتی بندی کی طرح ہے۔وہ اس سمندر کی مانند ہے جو طوفان (بم) میں موت اور زیر میں موتی پھینکتا ہے)

پہلے شعر میں منصور نے ایسا کچھ نہیں کہا ہے جسے منسلک دو مثالوں کے مابین قضیہ قرار دیا جا سکے۔سمندر کی ہلچل (طمیٰ) کا تقابل ردیٰ (زیر) اور فیض (عطا) کا ندیٰ (دریادلی) کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یہ دونوں غیر فطری اور غیر منطقی تقابل ہیں۔مزید برآں اس نے موتیوں کے بارے میں بھی جو کچھ کہا ہے ، وہ بھی غیر منطقی ہے۔اسے محض شاعر کا حسن بیان قرار دیا جا سکتا ہے۔اگر کہا جائے کہ سمندری سکون نے ایک زندہ سیپ کو اچھال پھینکا ہے تو یہ کہنا ضروری ہے کہ اس واقعے سے پہلے سمندر کے اندر سطح زمین کی طرح زلزلے کا عمل ہوا ہو۔ تبھی تہ کی چیزیںاوپر کی طرف اچھلیں گی۔اگر شاعر نے یوں کہا ہے تو شعر کی کوئی اہمیت بنتی ہے لیکن اگر کہا جائے کہ صرف سمندری موجیں ہی سیپ کو اگل دیتی ہیں تو یہ غیر منطقی ہے۔

ہمیں متنبی کا یہ کہنا ملتا ہے

کا لبحر یقذف للقریب جواہرا
جودا و یبعث للبعید سحائبا

(سمندر کی مانند جو جواہر قریب ہی پھینکتا ہے اور بادلوں کو دور دراز علاقوں میں بھیجتا ہے)

شاید نقل کرنے والے کے ذہن میں یہی کچھ ہو، اسی لیے اس نے "یقذف" کے لفظ کو "اعطا" سے بدل دیا ہے۔

منصور القاضی نے یہ خیال المتنبی سے لیا ہے

ھو البحر غص فیہ اذا کان ساکنا
علی الدر واحزرہ اذاکان مزیدا

(یہ سمندر ہی ہے اگر ساکن ہو تو اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔اگر طوفان سے گھر جائے تو کشتی بھی ٹوٹ پھوٹ سکتی ہے)

اس کے بغیر موتی بھی کیسے باہر آ سکتے ہیں اور ابن سمودہ نے اسی سے یہ اخذ کیا ہے۔

و لم یدر اَن البحر یُعبرَ ساکنا
و ان ھاج یوما فالسفین کسیر

(سمندر کو ساکن ہونے کے وقت عبور کیا جا سکتا ہے۔اگر یہ طوفانی ہو تو سفینے توڑ پھوڑ دیتاہے)

شاعروں نے اپنے ممدوح کو اکثر سمندر سے تشبیہ دی ہے۔ابو الفرج بن ہند نے اس بات کو یوں کہا ہے۔

البحر یخزن درۃ فی قعرہ
و غشاوہ المبذول للوارد
و اَقل مبذول لطارق رحلہ
درر یجیب بھن حیث ینادی

(سمندر اپنے خزانے اپنی اتھاہ گہرائیوں میں چھپا رکھتا ہے اور جو انھیں لینے آتے ہیں، ان پر جھاگ پھینکتا ہے۔اپنے مہمانوں کے لیے اس کے پاس کم سے کم تحفہ موتی ہیں جو صرف تلاش کرنے

والوں کو دیتا ہے)

موتیوں کی موجودگی سمندر کی تہ میں ہونا ایسا خیال ہے ، جو شاعر اکثر باندھتے رہے ہیں۔ابن الرومی کہتا ہے۔

جیف أ تنفت فا ضحت علی الا
بجۃ والدر تحتہا فی حجاب

(عفونت زدہ کراہت کے ساتھ لاشیں موجوں کے اوپر آ جاتی ہیں جبکہ موتی تاریک تہوں میں چھپے رہتے ہیں)

مندرجہ ذیل شعر شمس المعالی سے منسوب ہے۔

أ ما تری البحر یعلو فوقہ جیف
ویستقر بأقصی قعرہ الدرر

(دیکھو کہ مردہ سطح سمندر پر کس طرح آ جاتا ہے جبکہ موتی تہ کی گہرائیوں میں ساکن پڑے رہتے ہیں)

پس ظاہر ہوا کہ موتی سمندر کی تہ میں پوشیدہ رہتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ایک دانشور کا قول ہے۔

''سمندر میں غوطہ لگانے والے!زمین کے چھپے ہوئے حصوں میں رزق تلاش کرو کہ صدف زمین کی وجہ سے آنکھوں سے اوجھل ہیں''۔

ایک اور قول کچھ یوں ہے :

''جواہر معدن میں ہوتے ہیں جبکہ خزانے زمین کے نیچے مدفون ہوتے ہیں''۔

اسی طرح ایک اور :

''کاشتکاری زمین میں پوشیدہ ہے اور صرف ہل چلانے ہی سے باہر آتی ہے''۔

کسی شاعر نے کہا ہے

اقول لعبد اللّٰہ لما لقیتہ
یسیر بأعلی الرقمتین مشرقا

تتبع خبایا الارض و ادع ملیکھا

لعلک یوما اَن تجاب فترزقا

(جب میں عبداللہ سے ملا۔ میں نے اس سے کہا، جب وہ مشرق میں رقمتین کی بلندیوں کی طرف جا رہا تھا۔"زمین کے پوشیدہ حصے تلاش کرو اور دعا کرو کہ تمھیں رزق عطا ہو جائے")

کہا جاتا ہے کہ عبداللہ بن جدعان ایک کنویں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔لوگوں کا خیال تھا کہ کنویں میں ایک چٹان ابھری ہوئی ہے لیکن اس چٹان کے نیچے سونا تھا۔عبداللہ نے پانی میں دیکھتے ہوئے چھپا ہوا سونا دیکھ لیا۔اس نے اسے حاصل کر لیا اور بہت امیر ہو گیا۔وہ کہتا ہے

اَ بنی خبایا الجدفی شرفا تھا

و اَدب تحت الارض بالمصباح

(میں نے جد کے کنوئیں کے نیچے اپنا رزق تلاش کیا اور زمین کے نیچے چراغ لے کر چلا گیا)

جُداُس کنوئیں کا نا م تھا۔عروہ بن الزبیر نے عبداللہ بن شہاب کو بتایا۔"اگر تمھارے پاس کوئی زمین نہ ہو تو؟" تو کیا آپ شاعر کی خرافات پر کان دھرتے؟ (تتبع خبایا الارض وادع ملیکھا)

شاعر اکثر ساغر کو موتیوں اور ان کی سیپیوں سے تشبیہ دیتے ہیں جبکہ اچھے الفاظ اچھے معنی کے لیے مطلوب ہوتے ہیں۔موتیوں کا بہتر استحسان ان کی شفافیت کے حوالے سے ہے کیونکہ ان کا باطن خارج میں ظاہر ہوتاہے اور یہی ان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔[۸] ابن المعتز کہتاہے

مزج من الذھب المذاب یضمہ

کاس کقشر الدرۃ البیضاء

(مائع سونا ساغر میں حل ہو گیا ہے جیسے سفید موتیوں کی سیپ)

حوالہ جات

۱۔ یہ البیرونی کا اپنا نقطۂ نظر ہے کہ مرجان موتی ہی کی ایک قسم کا نام ہے۔اس کا استدلال موزوں نظر آتاہے لیکن عام روایت میں مرجان سمندری کیڑے مونگے کے سرخ رنگ کے خول ہی کو کہتے ہیں۔

۲۔ گویا البیرونی کے نزدیک موتی کی اہمیت اس کی شفافیت کے باعث ہے۔

۳۔ خلیل بن احمد معروف زبان دان تھا۔۱۷۵ھ میں فوت ہوا۔

۴۔ شاعر سوید بن ابی کامل ہے۔

۵۔ بصرہ کازبان دان تھا۔

۶۔ طباشیر قلمی صورت میں ہوتی ہے۔ یہ بطور جواہر بھی مستعمل ہے مگر اس کی صورت موتیوں کی مانند نہیں ہوتی۔

۷۔ یہ شعر شاید عنترہ کا ہے۔

۸۔ موتی۔گہر(Pearl) (صلابت، سختی یا خراش پذیری نمبر۵ئ۴ تا ۵ئ۲)

(دیگر نام): گوہر، دُر، مروارید، لُولُو، پرلاس، موکتا، چونتی، پالی، اشمٹی، موکنکم

مختلف رنگ:بروق (Baroque)،دُرّخوشآب

عیون۔آبلہ موتی(Blister)

ابلونا، دُرّشہوار(Abalone)

سفید:	شیر خام
زرد:	تبنی، کچیا
سرخی مائل:	دردی، چونا کھاڑی
ہلکا سلیٹی:	شمنی، سرمئی
نیلگوں:	ٹٹ گڑی
سیاہی مائل:	طورمانی، میانی
سبزی مائل:	جادام کہاڑی

(البیرونی نے ان کا ذکر کیا ہے)

کتابیات

1. Ahmad, M. R Behari and B.V. Subbarayappa, Biruni:An Introduction to his Life and Writings on the Indian Sciences, Indian J. History Sci. 10(2) (1975), 98-110.
2. Alberuni, Muhammad bin Ahmed (ed. by) Fritz krenkow,(1355 H./ 1936 A.D.), Kitab ul Jamahir Fi Marfatil Jawahir, Osmania, Oriental Publications, Hyderabad, Deccan .
3. Ibid, Said, H.M.,(Eng.tr.),(1410H./1989 A.D.), Hundred Great Books, Hijra Council, Islamabad.
4. Baratov, R.B., Biruni-Great Scientist of the Orient, (Russian), Lzv.Akad. Nauk Tadzik. SSR Otdel. Fiz.-Mat. i Geolog.-Him. Nauk (3) (49) (1973), 3-5.
5. Boilot, D.J, L'Oeuvre, (1956), d'Al-Biruni: Essai Bibliographique, in MIDEO, ii, 161-256 and iii, 391-396 ,
6. Convington, Richard (May-June 2007), "Rediscovering Arabic Science", Saudi Aramco World, pp. 2-16.
7. Glick, Thomas, F.; Livesey, Steven John; Wallis, Faith (2005), Medieval Science, Technology and Medicine: An Encyclopedia, Routledge, ISBN 0415969301
8. Kennedy, E.S. (1970-80). "Biruni, Abu Rayhan al-". Dictionary of Scientific Biography, New York: Charles Scribner's Sons.
9. Rashed, Roshdi; Morelon, Regis (1996), Encyclopedia of the History of Arabic Science, 1 & 3, Routledge.
10. Rozenfeld, B.A.+M.M., Rozhanskaya and ZK Skolovskaya,(1973), Abu'l-Rayhan al-Biruni, (973-1048) Russian, Moscow.
11. Said (ed.), H.M., (1979), Biruni Commemorative Volume: Proceedings of the International Congress held in Karachi, November 26-December 12, 1973, Karachi.

Works online
12. On Stones": Biruni's works on geology, medical properties of gemstones (http://www.f arlang. com/gemstones/biruni-book- gemstones/page_001) full text version+comments
13. Alberuni, (www.fantasticasia.net---Alburuni(
14. www.al-qalam.org/index.php
15. www.muslimheritage.com
16. Encyclopedia Iranica, "BIRUNI ABU MUHAMMAD B. AHMED" (www.Iranica.com)